بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصولِ تاریخ

تاریخ کے طالب علم کے لیے اصولِ تاریخ کے حوالے سے دس باتوں کا جاننا اور سمجھنا ضروری ہے:

1۔ تعریف علمِ تاریخ	2۔ موضوع علمِ تاریخ	3۔ غرض علمِ تاریخ
4۔ اہمیت علم تاریخ	5۔ اقسام اور ماخذ تاریخ	6۔ اوصافِ مورخ
7۔ صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کی تاریخ پڑھنے کے اہم اصول	8۔ تاریخ اور حدیث میں فرق	9۔ تاریخ کا حکم
10۔ تاریخ کی اہم کتب کا تعارف		

1: تعریفِ علمِ تاریخ:

تاریخ کا لغوی معنی

لغت میں "تاریخ" وقت سے آگاہ کرنے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے أَرَّخْتُ الْكِتَابَ: میں نے لکھنے کا وقت ظاہر کیا۔

القاموس المحیط للفیروز آبادی، فصل الھمزۃ: ج1، ص317

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 393ھ) فرماتے ہیں:

"تاریخ" اور "توریخ" دونوں ہم معنیٰ ہیں یعنی وقت سے آگاہ کرنا چنانچہ اس کے لیے "أَرَّخْتُ" بھی کہا جاتا ہے اور "وَرَّخْتُ" بھی۔

لسان العرب، أرخ: 3/4

تاریخ کا اصطلاحی معنی:

ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الحنفی المعروف امام کافیجی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 879ھ) تاریخ کی اصطلاحی تعریف بیان فرماتے ہیں:

هُوَ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنِ الزَّمَانِ وَأَحْوَالِهِ وَعَنْ أَحْوَالِ مَا يَتَعَلَّقُ بِهِ مِنْ حَيْثُ تَعْيِيْنِ ذٰلِكَ وَتَوْقِيْتِهِ

المختصر فی علم التاریخ: 55

ترجمہ: تاریخ اس علم کو کہتے ہیں جس میں وقت کی تعیین کے ساتھ ساتھ زمانے، اس کے حالات اور متعلقات کے احوال پر بحث کی جائے

2: موضوع علمِ تاریخ

امام حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 902ھ) فرماتے ہیں:

مَوْضُوْعُهُ: اَلْاِنْسَانُ وَالزَّمَانُ

الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ: 17

ترجمہ: تاریخ کا موضوع انسان اور زمانہ ہے۔

علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 911ھ) فرماتے ہیں:

وَمَوْضُوْعُهُ: أَحْوَالُ الْأَشْخَاصِ الْمَاضِيَةِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْحُكَمَاءِ وَالشُّعَرَاءِ وَالْمُلُوْكِ وَالسَّلَاطِيْنِ وَغَيْرِهِمْ۔

الشماریخ فی علم التاریخ:10

ترجمہ: علم تاریخ کا موضوع ماضی کی شخصیات کے احوال کو معلوم کرنا ہے جیسا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرام رحمہم اللہ، علماء عظام رحمہم اللہ، حکماء، شعراء، بادشاہان عالم اور سلاطین مملکت وغیرہ۔

3: غرضِ علمِ تاریخ

امام حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 902ھ) فرماتے ہیں:

غَایَةُ عِلْمِ التَّارِیْخِ التَّرَجِّیْ لِرِضَاءِ اللهِ فَاِنَّه لَایُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلاً وَالْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ:86

ترجمہ: علم تاریخ کی غرض اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، اس لیے کہ جو نیک عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو ضائع نہیں فرماتے اور اعمال کا دارومدار نیتوں پہ ہے۔

علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 911ھ) فرماتے ہیں:

وَالْغَرَضُ مِنْهُ اَلْوُقُوْفُ عَلَى الْاَحْوَالِ الْمَاضِیَةِ

الشماریخ فی علم التاریخ:10

ترجمہ: تاریخ کی غرض ماضی کے حالات کو جاننا ہے۔

4: اہمیت علمِ تاریخ:

علم تاریخ کی اہمیت بالترتیب قرآن کریم، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤرخین کی عبارات کی روشنی میں پیش کی جاتی ہے

تاریخ کی اہمیت قرآن کریم سے:

علم تاریخ قرآن کریم کا خمس (پانچواں حصہ) ہے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1176ھ) فرماتے ہیں:

پورے قرآن کریم کا خلاصہ پانچ چیزیں ہیں:

1: علم الاحکام 2: علم الجدل 3: علم التذکیر بآلاء اللہ 4: علم التذکیر بایام اللہ 5: علم التذکیر بالموت ومابعدہ

علم التذکیر بایام اللہ کا معنی ہے: سابقہ اقوام کے واقعات کو پڑھنا، ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور اسی کا نام علم تاریخ ہے جو کہ قرآن کریم کا خُمس بنتا ہے۔

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر:13

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1396ھ) فرماتے ہیں:

فن تاریخ کی اسلامی اہمیت کے لئے تو اتنی بات کافی ہے کہ تاریخ اور قصص قرآن کریم کے علوم خمسہ کا ایک اہم جز ہیں۔

مقام صحابہ:16

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ اور غور و فکر کے مقامات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر فرمان باری تعالیٰ ہے:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

سورۃ آلِ عمران، رقم الآیۃ:137

ترجمہ: "تم سے پہلے بہت سے زمانے گزر چکے ہیں، زمین میں چل پھر کر دیکھو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنھوں نے اللہ کے احکامات کو جھٹلایا۔"

مزید یہ کہ جلیل القدر شخصیات کے عمدہ اوصاف کو بیان کر کے یہ دعوت بھی دی کہ وہ انہی جیسے اوصاف اپنائیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرٰهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهٗ

سورۃ الممتحنۃ، رقم الآیۃ:4

ترجمہ: تمہارے لیے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں میں (زندگی گزارنے کے لیے) ایک اچھا نمونہ (موجود) ہے۔

تاریخ کی اہمیت احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے:

تاریخ کی اہمیت احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخی جزئیات میں (چند شرائط کے ساتھ) بنی اسرائیل سے بھی روایات لینے کی اجازت دی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3461

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری دعوت لوگوں کو پہنچاؤ! اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو اسے اپنے جہنم کے ٹھکانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں گزشتہ اقوام کے واقعات بیان فرمائے ہیں، کتب احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سنِ ولادت، زمانہ رضاعت، بچپن، لڑکپن، جوانی، اسفار، نکاح، ازواج، اولاد، اعلانِ نبوت، اشاعت و حفاظت دین، وفات، تدفین جیسے سینکڑوں واقعات محفوظ ہیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا معاشرتی واخلاقی پہلوؤں کی طرح تاریخی پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

تاریخ کی اہمیت مورخین کی روشنی میں:

تاریخ کی اہمیت اور فوائد کے متعلق چند مؤرخین کی عبارات ملاحظہ ہوں:

1: ابوزید عبدالرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون الحضرمی المالکی المعروف امام ابن خلدون رحمہ اللہ (المتوفیٰ:808ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّهُ لَمَّا كَانَتْ حَقِيقَةُ التَّارِيخِ أَنَّهُ خَبَرٌ عَنِ الْاِجْتِمَاعِ الْإِنْسَانِيِّ الَّذِي هُوَ عُمْرَانُ الْعَالَمِ وَمَا يَعْرِضُ لِطَبِيعَةِ ذٰلِكَ الْعُمْرَانِ مِنَ الْأَحْوَالِ مِثْلُ التَّوَحُّشِ وَالتَّأَنُّسِ وَالْعَصَبِيَّاتِ وَأَصْنَافِ التَّغَلُّبَاتِ لِلْبَشَرِ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ وَمَا يَنْشَأُ عَنْ ذٰلِكَ مِنَ الْمُلْكِ وَالدُّوَلِ وَمَرَاتِبِهَا وَمَا يَنْتَحِلُهُ الْبَشَرُ بِأَعْمَالِهِمْ وَمَسَاعِيهِمْ مِنَ الْكَسْبِ وَالْمَعَاشِ وَالْعُلُوْمِ وَالصَّنَائِعِ.

مقدمہ ابن خلدون

ترجمہ: درحقیقت تاریخ انسانیت کی اجتماعیت کے بارے میں بتاتی ہے اور وہ عالم کی تعمیر ہے، اور اس طرح ہر وہ چیز جو اس تعمیر عالم سے متعلق ہے مثلاً وحشت، الفت، عصبیت، ایک دوسرے پر غلبہ کی اقسام، اور ہر وہ چیز جو بادشاہت اور ممالک اور ان کے مراتب میں ہے، اور آدمی کا کمانے، معاش، علوم اور صنعت کاری کے لیے عمل اور کوشش کرنا۔

2: امام حافظ محمد بن عبدالرحمن سخاوی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:902ھ) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:161ھ) کا قول نقل فرماتے

ہیں:

لَمَّا اسْتَعْمَلَ الرُّوَاةُ الْكِذْبَ اِسْتَعْمَلْنَا لَهُمُ التَّارِيْخ

الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ:21

ترجمہ: جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے مقابلے میں تاریخ کو سامنے کر دیا۔

3۔علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:911ھ) فرماتے ہیں:

وَفَائِدَتُهُ الْعِبْرَةُ بِتِلْكَ الْأَحْوَالِ وَالتَّنَصُّحُ بِهَا وَحُصُوْلُ مَلَكَةِ التَّجَارُبِ بِالْوُقُوْفِ عَلَى تَقَلُّبَاتِ الزَّمَنِ لِيُحْتَرَزَ عَنْ أَمْثَالِ مَا نُقِلَ مِنَ الْمَضَارِّ وَيُسْتَجْلَبَ نَظَائِرُهَا مِنَ الْمَنَافِعِ۔

الشماریخ فی علم التاریخ،10

ترجمہ: تاریخ کا فائدہ یہ ہے گزشتہ احوال سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنا اور انقلابات زمانہ سے مختلف تجربات سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرنا تاکہ جو چیزیں منقول ہیں ان میں سے نقصان دہ چیزوں سے بچا جائے اور فائدہ مند چیزوں سے فائدہ حاصل کیا جائے۔

4۔مؤرخ اسلام مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی (المتوفیٰ: 1938ء) فرماتے ہیں:

تاریخ سے گزشتہ اقوام کے عروج و زوال، تعمیر و تخریب کے احوال معلوم ہوتے ہیں، جس سے آئندہ نسلوں کو عبرت کا سامان میسر آتا ہے، ان کا حوصلہ بلند ہوتا ہے، دانائی و بصیرت حاصل ہوتی ہے اور دل و دماغ میں تازگی و نشو و نما کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، غرض تاریخ اس کائنات کا پس منظر بھی ہے اور پیش منظر بھی، اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کرنے میں بھی خوب مدد ملتی ہے۔

تاریخ اسلام،25،26

5۔مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1396ھ) فرماتے ہیں:

فن تاریخ کی اسلامی اہمیت کے لئے تو اتنی بات کافی ہے کہ تاریخ اور قصص قرآن کریم کے علوم خمسہ کا ایک اہم جز ہیں قرآن کریم نے ایام ماضیہ اور اقوام سابقہ کے اچھے برے حالات بیان کرنے کا خاص اہتمام فرمایا، البتہ قرآن کریم نے جس طرح تاریخ و قصص کو بیان فرمایا ہے وہ ایک انوکھا انداز ہے کہ کسی قصہ کو ترتیب کے ساتھ اول سے آخر تک پورا بیان کرنے کے بجائے اس کے ٹکڑے کرکے مختلف مضامین قرآنیہ کے ساتھ لائے گئے ہیں اور صرف ایک جگہ نہیں بلکہ بار بار اس کا اعادہ فرمایا ہے۔

مقام صحابہ:16

چند دیگر فوائد:

1: دور نبوت علیہ السلام و دور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہاریں نظروں کے سامنے آجاتی ہیں۔

2: تاریخ اسلاف سے رشتہ جوڑتی ہے۔

3: اسلاف کے واقعات سے عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے

4: دشمنان اسلام کی سازشوں سے واقفیت ہوتی ہے۔

5: مصائب و حوادث کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

6: دوسرے علوم پہ دسترس ہوتی ہے۔

7: امور سیاست میں وسعت نظر پیدا ہوتی ہے۔

8: ایک ہی نام کی متعدد شخصیات کی معرفت ہوتی ہے، جس سے کافی چیزوں میں الجھنیں ختم ہو جاتی ہیں۔

9: ممالک اور شہروں اور ان کے احوال کی معرفت ہوتی ہے۔

10: تاریخ کا مطالعہ عنوان کے دلچسپ ہونے کی وجہ سے گویا بہترین علمی تفریح ہے۔

5: تاریخ کی اقسام

1: تاریخ الادیان:

جس میں مختلف ادیان کے احوال وواقعات کو درج کیا گیا ہو۔ جیسے: تاریخ اسلام، تاریخ یہودیت اور تاریخ عیسائیت وغیرہ

2: تاریخ الفرق والملل:

جس میں مختلف فرقوں کے احوال وواقعات کو درج کیا گیا ہو۔ جیسے: تاریخ اھل السنۃ، تاریخ خوارج اور تاریخ معتزلہ وغیرہ

3: تاریخ الطبقات:

جس میں مختلف طبقات کے احوال و واقعات کو درج کیا گیا ہو۔ طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ، طبقات حنابلہ اور طبقات صوفیاء وغیرہ۔

4: تاریخ المشاہیر:

جس میں مختلف علوم وفنون کے مشاہیر کے احوال و واقعات کو درج کیا گیا ہو۔ جیسے: تاریخ المفسرین، تاریخ المحدثین، تاریخ الفقہاء، تاریخ الخلفاء اور تاریخ الشعراء وغیرہ

5: تاریخ العوام:

جس میں عام لوگوں کے احوال وواقعات کو بیان کیا جائے۔ جیسے: امام احمد بن ابی یعقوب الیعقوبی رحمہ اللہ (المتوفی: 392ھ) کی "تاریخِ یعقوبی" ہے۔

6: تاریخ البلاد:

جس میں کسی خاص ملک یا خاص شہر کے احوال و واقعات کو بیان کیا جائے۔ جیسے: امام ابو بکر احمد بن علی بن خطیب البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی: 463ھ) کی "تاریخِ بغداد" ہے۔

7: تاریخ المشاہدات:

جس میں راوی کا بیان اس کے مشاہدہ کی بنا پر درج کیا گیا ہو یا خود مؤرخ نے براہ راست واقعات کا مشاہدہ کیا ہو۔ جیسے مؤرخ ابو عبد اللہ محمد ابن بطوطہ رحمہ اللہ (المتوفی: 1368ء) کی "عجائب الاسفار فی غرائب الدیار" ہے۔

8: تاریخ الاوہام:

جس میں واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے متعلق لائق اعتماد روایتیں مؤرخ کو نہ مل سکی ہوں بلکہ اس کی بنیاد صرف تصورات اور خیالات یا لوگوں کی بے سروپا باتوں پر جیسے: الف لیلہ وغیرہ۔

تاریخ کے ماخذ:

تاریخ نویسی کے ماخذ کو بھی 4 حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1: ذاتی مشاہدہ:

وہ تاریخ جو مورخ اپنے ذاتی مشاہدہ سے لکھے جیسے مغل سلطنت کے بانی ظہر الدین بابر کی "تزک بابری" ہے۔

فائدہ: ظہیر الدین محمد بابر (پیدائش: 1483ء–وفات: 1530ء) یہ ہندوستان میں مغل سلطنت کا بانی تھا۔

2: آثار مکتوبہ:

تمام لکھی ہوئی چیزیں، مثلاً کتابیں، یادداشتیں، دفتروں کا غذات، پرانے فیصلے، دستاویز وغیرہ سے دیکھ کر تاریخ مرتب کرنا جیسے علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ کی الکامل فی التاریخ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی تاریخ الاسلام میں چوتھی صدی ہجری تک کے زیادہ تر حالات کی روایات تاریخی طبری سے نقل کیے گئے ہیں۔

3- آثار منقولہ:

زبان زدعام باتیں مثلاً کہانیاں، نظمیں، ضرب الامثال وغیرہ۔ جو مؤرخ مختلف لوگوں سے سن کر نقل کردے۔

4- آثار قدیمہ:

پرانے زمانے کی نشانیاں، مثلاً شہروں کے قلعے، مکانات، کتبے، تصویریں، قدیم محلات وغیرہ۔

6۔ مؤرخ کی صفات:

تاریخ نگاری ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اس حوالے مورخ کی دس بنیادی صفات کو ذکر کیا جاتا ہے:

1: مؤرخ معتدل مزاج ہو یعنی وہ کسی سے ذاتی و دنیاوی محبت کی وجہ سے اس کی تعریف یا کسی سے ذاتی و دینی نفرت کی وجہ سے اس کی مذمت کرنے میں جذباتیت سے مغلوب ہونے والا نہ ہو۔

2: مؤرخ تحریر و تقریر کے آداب سے واقف ہو۔

3: مؤرخ زبان و بیان کے اسالیب پر عبور رکھتا ہو۔

4: مؤرخ بے ہودہ گوئی، جھوٹ، تلبیس اور مبالغہ آمیزی جیسی مذموم صفات سے پاک ہو۔

5: مؤرخ اچھی یادداشت اور حافظے کا مالک ہو۔

6: مؤرخ اشعار سے بقدر ضرورت مناسبت رکھتا ہو۔

7: مؤرخ صاف ستھری اور شائستہ گفتگو کا عادی ہو۔

8: مؤرخ محنتی اور جفاکش ہو، روایات کی تحقیق و تفتیش کے لیے جانفشانی سے کام کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔

9: مؤرخ مختلف زبانوں کا ماہر ہو۔ خصوصاً اس قوم کی زبان جاننا لازمی ہے جس کی وہ تاریخ مرتب کرنا چاہتا ہو مثلاً مسلمانوں کی تاریخ مرتب کرنے کے لیے عربی دان ہونا ضروری ہے، مغل سلطنت ہند کی تاریخ لکھنے کے لیے فارسی جاننا ضروری ہے ورنہ اصل مآخذ کو پڑھنا ممکن نہیں ہوگا۔

10: مؤرخ مروجہ علوم (جغرافیہ، تمدن، عُمرانیات، سیاسیات، عسکری امور اور آئینی اصطلاحات) سے واقف ہو۔

فائدہ: لفظ عمرانیات عربی کے لفظ عمران سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں آبادی، سماج، معاشرت، رہن سہن۔ سماج کے لیے عمران کا لفظ ابن خلدون نے استعمال کیا تھا۔

تاریخی روایات نقل کرنے کی شرائط:

1: مؤرخ راوی کے نام وضاحت سے نقل کرے۔ اگر ایک ہی نام کے کئی روای ہوں تو ان میں واضح فرق کرنے کے لیے لقب، کنیت، علاقہ، تاریخ وفات وغیرہ لکھے

2: مؤرخ راوی کے اصل الفاظ کو نقل کرے یا ایسا مفہوم لکھے جو راوی کی مراد ہو۔

3: مؤرخ تاریخ کے مآخذ کے فرق مراتب کو ملحوظ رکھے تعارض کے وقت اعلیٰ کو ادنیٰ پر ترجیح دے۔ جیسے قرآن وحدیث کو عام کتب تاریخ

پر۔

4: مؤرخ مقتدر شخصیات کے بارے میں ان کے دشمنوں کے الزامات کو حقائق کی کسوٹی پر پرکھے۔ کسی کی محض الزام تراشی کی وجہ سے انہیں مطعون ہونے سے بچائے۔

7: صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ پڑھنے کے اہم اصول:

صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق کتب تاریخ اور تاریخی روایات کا مطالعہ کرتے ہوئے بطور تمہید چند اہم باتیں ملحوظ رکھنا ضروری ہیں:

1۔ صحابی کی تعریف:

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ.

نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر لابن حجر العسقلانی: ص 133

ترجمہ: جس نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور ایمان کی حالت میں ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔

اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایمان لانے کے ارادے سے آئے تو بھی صحابی ہے اور اگر ایمان لانے کا قصد لے کر نہ آئے لیکن محفل میں آکر ایمان قبول کرلے تو وہ بھی صحابی ہے۔ اسی طرح لقاء کے لیے زیادہ وقت درکار نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ ایک لمحہ کے لیے بھی صحبت میسر ہو جائے تب بھی صحابی ہے۔

1۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدائی انتخاب ہیں:

مقام صحابیت محض اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم الشان منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے نبوت ورسالت کے لیے انبیاء ورسل علیہم السلام کا انتخاب فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی خود منتخب فرمایا۔ رضی اللہ عنہم

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی رحمہ اللہ (ت 807ھ) لکھتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى قَالَ: هُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْطَفَاهُمُ اللهُ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مجمع الزوائد للہیثمی: ج7 ص199 رقم الحدیث 11249

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ان لوگوں پر سلامتی ہو جنہیں اللہ نے منتخب فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

2۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مومن ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پکے سچے مومن ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں بھی اللہ پاک نے اہل ایمان کی صفات بیان فرمائی ہیں ان کا سب سے پہلا مصداق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

سورۃ الانفال: 4

ترجمہ: یہی حقیقی مومن ہیں۔ ان کے لیے اپنے رب کے ہاں بڑے درجات، مغفرت اور بہترین رزق موجود ہے۔

3۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عادل ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان میں شریعت کے متعلق گواہی دینے کی اہلیت موجود ہے اور ان کی بات کو سچی گواہی کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ دین اسلام کا مدار انہی کی روایات، مرویات اور شہادات پر ہے اور ان کی روایات وشہادات کا انحصار ان کی ذات کے عادل ہونے پر ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ) لکھتے ہیں:

فَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ كُلُّهُمْ عُدُولٌ، أَوْلِيَاءُ اللهِ تَعَالَى وَأَصْفِيَاؤُهُ، وَخِيَرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ بَعْدَ أَنْبِيَائِهِ وَرُسُلِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالَّذِي عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ مِنْ أَئِمَّةِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ.

الجامع لاحکام القرآن: ج2 ص2863 تحت قولہ تعالیٰ "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ"، سورۃ الفتح:29

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہ عادل ہیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب اور منتخب ہستیاں ہیں، انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد امت کی بہترین شخصیات ہیں۔ یہی اھل السنۃ کا مذہب ہے اور اسی پر امت کے اہل علم کی جماعت متفق ہے۔

4۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محفوظ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے بشری تقاضوں کے مطابق کبھی کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذمے میں وہ گناہ باقی نہیں رہنے دیتے یعنی دنیا میں اس گناہ سے معافی عطا فرمادیتے ہیں اور اس گناہ کی وجہ سے ملنے والے اُخروی عذاب سے ان کو محفوظ فرمالیتے ہیں۔

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

سورۃ آل عمران:152

ترجمہ: اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب تم اللہ کے حکم سے ان (کافروں) کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم بے ہمت ہو گئے اور ایک معاملے میں (مورچے پر ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کے بارے) آپس میں جھگڑا بھی کیا اور تم اس بارے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔ اس کے بعد اللہ نے تمہیں وہ چیز (میدانِ جنگ میں فتح، دشمن پر غلبہ اور اس سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت) دکھا دی جو تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ ایسے ہیں جو دنیا (کے اسباب یعنی مال غنیمت) کا ارادہ کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آخرت (کے ثواب) کا ارادہ کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے ان سے پھیر دیا (یعنی کچھ وقت کے لیے اپنی مدد موقوف کر دی) پکی بات ہے کہ اللہ نے تمہیں معاف فرمادیا ہے اور وہ اہل ایمان پر فضل فرمانے والا ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد الحاکم النیشابوری الشافعی رحمہ اللہ (ت 405ھ) نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" (سورۃ المائدۃ:35) کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے:

لَقَدْ عَلِمَ الْمَحْفُوظُونَ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ مِنْ أَقْرَبِهِمْ إِلَى اللهِ وَسِيلَةً "

المستدرک علی الصحیحین: ج3 ص37 کتاب التفسیر تحت سورۃ المائدۃ

ترجمہ: بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بات جان لی ہے کہ ابن ام عبداللہ (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کا قریب ترین ذریعہ ہیں۔

5۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کا ایمان اور عمل قبول ہوتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان اور عمل کے عین مطابق ہو۔ اور اگر کسی کا ایمان اور عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان و عمل کے مطابق نہیں ہو گا تو وہ اللہ کے ہاں قبول بھی نہیں ہو گا۔ نہ تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں "مومن" کہلائے جانے کا مستحق ہے اور نہ "نیک" کہلائے جانے کا حق دار۔

فَإِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَآ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا

سورۃ البقرۃ:137

ترجمہ: اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لائیں جس طرح آپ ایمان لائے ہیں تو یہ لوگ ہدایت یاب ہو جائیں گے۔

وَ السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ وَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ

سورۃ التوبۃ:100

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔

6۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تنقید سے بالاتر ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تنقید سے بالاتر ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کے کسی قول و فعل پر ایسا تبصرہ کرنا جس سے ان کی شخصیت مجروح ہوتی ہو یا ان کی شان میں کمی ہوتی ہو؛ حرام ہے۔ تنقید کی دو ممکنہ صورتیں بن سکتی ہیں:

1: ایمان پر تنقید

2: اعمال پر تنقید

یہ دونوں ممنوع ہیں۔ اگر تنقید ایمان وعقیدہ کی وجہ سے ہو یعنی عقیدہ خراب ہو تو صحابی صحابی نہیں رہتا اور اگر تنقید عمل کی وجہ سے ہو تو صحابی عمل کی وجہ سے صحابی بنتا ہی نہیں ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدۡ ذَهَبَتۡ شِرۡذِمَةٌ لَا مُبَالَاةَ بِهِمۡ إِلَى أَنَّ حَالَ الصَّحَابَةِ كَحَالِ غَيۡرِهِمۡ، فَيَلۡزَمُ الۡبَحۡثُ عَنۡ عَدَالَتِهِمۡ. وَمِنۡهُمۡ مَنۡ فَرَّقَ بَيۡنَ حَالِهِمۡ فِي بُدَاءَةِ الۡأَمۡرِ فَقَالَ: إِنَّهُمۡ كَانُوا عَلَى الۡعَدَالَةِ إِذۡ ذَاكَ، ثُمَّ تَغَيَّرَتۡ بِهِمُ الۡأَحۡوَالُ فَظَهَرَتۡ فِيهِمُ الۡحُرُوبُ وَسَفۡكُ الدِّمَاءِ فَلَا بُدَّ مِنَ الۡبَحۡثِ. وَهٰذَا مَرۡدُودٌ.

الجامع لاحکام القرآن: ج2 ص2863 "مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ"، سورۃ الفتح:29

ترجمہ: بعض لوگ جو کسی شمار و قطار میں نہیں، کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ باقی لوگوں کی طرح ہے اس لیے صحابہ کی عدالت کے متعلق بحث کی جائے گی۔ چنانچہ ان لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ابتدائی احوال کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ اس وقت صحابہ عادل تھے لیکن بعد میں جب ان کے احوال میں تبدیلی آئی اور آپس میں جنگیں ہوئیں اور (دونوں اطراف میں) شہادتیں واقع ہوئیں تو (اس وقت) ان کے احوال سے بحث کرنا ضروری ہے۔ (امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ان لوگوں کی یہ بات مردود ہے۔

7۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں۔ ایک لمحے کے لیے بھی جہنم میں نہیں جائیں گے۔ ان تک تو جہنم کا دھواں بھی نہیں

پہنچ سکتا، قیامت والے دن سیدھے جنت میں جائیں گے۔

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

سورۃ التوبۃ:100

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

8۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کا افضل ترین طبقہ ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طبقہ امت کا سب سے بہترین اور افضل ترین طبقہ ہے۔ ان جیسے باکمال اور بے مثال لوگ نہ ان سے پہلے کسی امت میں پیدا ہوئے نہ ہی ان کے بعد قیامت تک پیدا ہوں گے۔

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں:

وَلَهُمُ الْفَضْلُ وَالسَّبْقُ وَالْكَمَالُ الَّذِي لَا يَلْحَقُهُمْ فِيهِ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ.

تفسیر القرآن الکریم لابن کثیر: ج5 ص642 "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ"، سورۃ الفتح:29

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ فضیلت، بلندی مقام اور کمال حاصل ہے جو امت میں کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے راضی ہو اور ان کو راضی فرمائے۔

9۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع معصوم ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ فرداً فرداً مومن، عادل، حجت، معیار حق، تنقید سے بالاتر اور گناہوں سے محفوظ ہیں لیکن جب کسی بات پر متفق ہو جائیں یعنی ان کا اجماع ہو جائے تو وہ اجماع؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرح معصوم ہوتا ہے۔

محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید الحنفی المعروف ابن الہمام رحمہ اللہ (ت 861ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي عِلْمِ الْأُصُولِ أَنَّ إِجْمَاعَ الْأُمَّةِ سِيَّمَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ دَلِيلٌ قَطْعِيٌّ يَكْفُرُ جَاحِدُهُ.

فتح القدیر لابن الہمام: ج10 ص116 کتاب الاشربۃ

ترجمہ: علم اصول میں یہ بات طے شدہ ہے کہ امت کا اجماع خاص طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع دلیل قطعی ہے، ان کا منکر کافر ہے۔

10۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم حرام ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نامناسب الفاظ سے یاد کرنا، برا بھلا کہنا، سَبّ و شتم کرنا، گالم گلوچ کرنا اور لعن طعن کرنا حرام ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِي، مَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ.

شعب الایمان للبیہقی: ج2 ص191 رقم الحدیث 1511

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے

میرے صحابہ کے بارے میں ڈرو۔ ان کو میرے بعد طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص صحابہ کرام سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔

امام ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ أَوْ قَالَ: الْبِدَعُ وَسُبَّ أَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ لَهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا"

الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع: ج2 ص118 املاء مناقب الصحابۃ ومناقبھم

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب فتنے یا بدعات ظاہر ہوں اور میرے اصحاب کو گالی دی جائے تو پھر عالم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔ جو شخص اس طرح نہ کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کے نہ فرض کو قبول کریں گے اور نہ نفل کو۔

11۔ حب صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم:

صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامت ہے اور صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین دونوں سے بغض یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ محبت اور دوسرے کے ساتھ بغض، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کی علامت اور گمراہی ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ."

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3784

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار صحابہ سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار صحابہ سے بغض رکھنا منافقت کی نشانی ہے۔

12۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُخروی عذاب سے محفوظ ہیں:

کسی ایک صحابی کو بھی اُخروی عذاب نہیں ہوگا، جس شخص کو ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہو گئی اس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) نے علامہ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری رحمہ اللہ (ت 456ھ) کے حوالے سے لکھا ہے:

وَقَالَ أَبُو مُحَمَّدِ بْنِ حَزْمٍ: الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَطْعاً. قَالَ اللهُ تَعَالَى: "لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى" قَالَ تَعَالَى: "اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ" فَثَبَتَ أَنَّ الْجَمِيعَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ مِنْهُمُ النَّارَ، لِأَنَّهُمُ الْمُخَاطَبُونَ بِالْآيَةِ السَّابِقَةِ.

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج1 ص10

ترجمہ: امام ابو محمد ابن حزم فرماتے ہیں: تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقینی طور پر جنتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "تم لوگوں میں سے جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ ان لوگوں سے درجے میں زیادہ ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور جہاد کیا (لیکن) اللہ

تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ ہر ایک سے کر رکھا ہے" اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے:"جن لوگوں کے لیے ہماری جانب سے بھلائی کا وعدہ کیا جا چکا ہے وہ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور کوئی صحابی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا کیونکہ ما قبل والی آیت " وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى "کے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔

13۔اعدائے صحابہ سے براءت:

جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان، عدالت، حجیت اور حفاظت کا منکر ہو یا صحابہ پہ طعن و تشنیع کرتا ہو ہم اس سے اعلان براءت کرتے ہیں۔ ہمارا اس بندے سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ پاک دنیا اور آخرت میں ہمیں ایسے لوگوں سے الگ رکھیں۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) لکھتے ہیں:

وَنُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُفْرِطُ فِيْ حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنُبْغِضُ مَنْ يُبْغِضُهُمْ وَبِغَيْرِ الْخَيْرِ يَذْكُرُهُمْ وَلَا نَذْكُرُهُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ وَنَرَىٰ حُبَّهُمْ دِيْنًا وَإِيْمَانًا وَإِحْسَانًا وَبُغْضَهُمْ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَطُغْيَانًا.

العقیدۃ الطحاویۃ مع الشرح لتکلم الاسلام: ص146

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں البتہ کسی کی محبت میں غلو کرتے ہیں نہ کسی سے براءت کرتے ہیں۔ ہم ایسے شخص سے بغض رکھتے ہیں جو ان سے بغض رکھے اور برائی سے ان کا تذکرہ کرے۔ ہم جب بھی صحابہ کا تذکرہ کریں گے تو خیر ہی سے کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کو دین، ایمان اور احسان سمجھتے ہیں اور ان سے نفرت کرنے کو کفر، منافقت اور سرکشی سمجھتے ہیں۔

14۔ترتیب مراتب صحابہ رضی اللہ عنہم

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سب سے اعلیٰ ترین درجہ اور مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے اور ان میں بھی باہمی مقام و مرتبہ کی ترتیب درج ذیل ہے:

1: خلفائے راشدین علی ترتیب الخلافۃ

2: عشرہ مبشرہ

3: اصحاب بدر

4: اصحابِ احد

5: اصحاب بیعت رضوان

6: شرکائے فتح مکہ

7: وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُوْ مَنْصُوْرٍ الْبَغْدَادِيُّ مِنْ أَكَابِرِ أَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ : أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلَى أَنَّ أَفْضَلَ الصَّحَابَةِ: أَبُوْ بَكْرٍ ، فَعُمَرُ ، فَعُثْمَانُ ، فَعَلِيٌّ فَبَقِيَّةُ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ بِالْجَنَّةِ . فَأَهْلُ بَدْرٍ ، فَبَاقِي أَهْلِ أُحُدٍ فَبَاقِي أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ. فَبَاقِي الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر: ص344

ترجمہ: اکابرینِ شافعیہ میں سے امام ابو منصور البغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اھل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر ان (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم) کے علاوہ باقی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، پھر جنگ بدر میں شامل ہونے والے صحابہ کرام، پھر ان (بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے علاوہ جنگِ احد میں شامل ہونے والے دیگر صحابہ، پھر ان (مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے علاوہ مقامِ حدیبیہ میں بیعت الرضوان میں شامل ہونے والے دیگر صحابہ کرام، پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔

15: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات:

مشاجرات کا لغوی معنیٰ ہوتا ہے ایک ہی درخت کی ٹہنیوں کا آپس میں ہوا کی وجہ سے ٹکرانا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ سب کے سب ایک ہی (ایمان والے) درخت کی شاخیں ہیں۔ (آزمائشوں اور خارجی سازشوں جیسی ناموافق) ہواؤں کی وجہ سے آپس میں ٹہنیوں کی طرح ٹکرا بھی گئے بلکہ بعض جنگی حالات پیش آئے ہیں۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفین۔

اھل السنۃ والجماعۃ کا معتدل موقف:

ان جنگوں اور مشاجرات کی وجہ سے دونوں فریقوں کا احترام، مقام و منصب اور جلالتِ شان کو ذہن میں رکھتے ہوئے صواب اور اس کے مقابلے میں خطا کا معتدل نظریہ اپنانے میں کوئی حرج اور ان کے مقام پر حرف نہیں آتا۔ اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ ان معاملات میں خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حق (درست اجتہاد) پر تھے اور ان کے مقابلے میں جو لوگ آئے وہ خطا پر تھے ان کی "اجتہادی خطا" تھی جسے کسی صورت "باطل" نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ان واقعات کی وجہ سے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی بھی فضیلت میں کچھ کمی نہیں ہوئی، کسی ایک کا مقام کم نہیں ہوا، کوئی ایک بھی ایمان سے خالی نہیں ہوا، ان میں کسی ایک کو حق اور اس کے مقابلے میں دوسرے کو باطل قرار نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ حدیث مبارک کی رو سے دونوں کو اللہ کی طرف سے اجر کا مستحق سمجھا جائے گا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 7352

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب حاکم (یا مجتہد) کوئی فیصلہ کرتا ہے تو اگر وہ فیصلہ درست ہو اس کے لیے دہرا اجر ہے اور اگر فیصلہ میں خطا ہو جائے تو بھی اسے ایک اجر ضرور دیا جائے گا۔

امام علی بن محمد المعروف ملا علی قاری رحمہ اللہ (م: 1014ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَحِمَهُ اللهُ: تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللهُ أَيْدِينَا مِنْهَا فَلَا نُلَوِّثُ أَلْسِنَتَنَا بِهَا.

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الفتن، رقم الحدیث: 5401

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مشاجرات کے بارے میں) فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تمام فریقوں کے خون سے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا اب ہم اپنی زبانوں کو ان کے بارے میں بدزبانی اور طعنہ زنی کرنے میں ملوث نہیں کرتے۔

فائدہ: مذکورہ بالا امور کو سامنے رکھتے ہوئے تاریخی روایات کا مطالعہ کریں، پھر اگر کوئی ایسی روایت ملے جس میں کسی صحابی پر حرف آتا ہو تو درج ذیل مزید ان اصول کو مدنظر رکھا جائے گا۔

اصل نمبر 1

حضرات صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین تاریخی نہیں بلکہ قرآنی شخصیات ہیں، اس لیے ہر ایسی تاریخی روایت

جو قرآن کریم کے خلاف ہو؛ قابلِ عمل وعقیدہ نہیں ہو گی۔

مثال:

جنگ صفین سن 37 ہجری میں جو سیدنا حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی، اس جنگ صفین کے بعد تحکیم کا واقعہ پیش آیا کہ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ کی طرف سے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ثالث مقرر ہوئے کہ یہ دونوں کتاب وسنت کے مطابق نزاعی معاملہ کا جو فیصلہ کریں گے وہ فریقین کے لئے قابل قبول ہو گا۔ اس فیصلہ کے متعلق تاریخ طبری، ان اثیر اور ابن خلدون وغیرہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تفصیلات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

"دونوں ثالث مجمع میں آئے جہاں دونوں طرف چار چار سو اصحاب کرام رضوان اللہ اور ان کے علاوہ کچھ غیر جانبدار جید صحابہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ موجود تھے۔ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم دونوں اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ ہم علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو خلافت سے معزول کرلیں، پھر لوگ باہمی مشورہ سے جس کو پسند کریں خلیفہ کی حیثیت سے منتخب کرلیں، لہٰذا میں علی اور معاویہ (رضی اللہ عنہما) دونوں کو معزول کر کے معاملہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں دیتا ہوں کہ اب آپ جسے چاہیں اپنا نیا امیر بنالیں۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ میرے ساتھی نے ابھی کہا اسے آپ لوگوں نے سن لیا کہ انہوں نے اپنے آدمی علی رضی اللہ کو معزول کر دیا میں بھی ان کی طرح علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرتا ہوں اور اپنے آدمی معاویہ رضی اللہ کو خلافت پر قائم رکھتا ہوں۔

فَقَالَ أَبُو موسى: مالك لا وفقك الله، غدرت وفجرت! إنما مثلك كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ قَالَ عَمْرو: إنما مثلك كَمَثَلِ الْحِمارِ يَحْمِلُ أَسْفاراً

تاریخ الطبری تحت سنۃ 37 ھجری

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا **تم نے یہ کیا کیا؟ خدا تمہیں توفیق نہ دے، تم نے تو ہمیں دھوکہ دیا ہے اور گنہگار بنے، تمہاری مثال تو اس کتے کی ہے جس پر بوجھ لادو تو بھی ہانپے،** اس کے جواب میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ **تمہاری مثال اس گدھے کی ہے جو بوجھ ڈھوئے پھرتا ہے۔**

دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ **کو طعنے دینے شروع کیے۔** حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ **ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) تمہارے حال پر افسوس ہے کہ تم عمرو (رضی اللہ عنہ) کی چالوں کے مقابلے میں بہت کمزور نکلے،** حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ **ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) اگر اس سے پہلے مر گئے ہوتے تو ان کے حق میں زیادہ اچھا ہوتا"۔**

پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مجمع سے اٹھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو خلافت کی مبارکباد پیش کی، دوسری طرف حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اتنے شرمندہ تھے کہ وہ پھر حضرت علی رضی کو منہ بھی نہ دکھا سکے اور سیدھے مکہ چلے گئے۔ اب یہ آخر الذکر تاریخ کا جملہ {کتے اور گدھے والی مثال} جسے ان دو جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا گیا ہے یہ سراسر غلط ہے کیونکہ صریح آیت قرآنی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو مومنین کی جو صفات بیان فرمائی ہیں وہ یہ ہیں، اور صحابی رضی اللہ عنہ سے بڑا مومن کون ہو گا؟

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ

سورۃ المومنون:63

ترجمہ: اور جو لغو چیزوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

سورۃ الفرقان:63

ترجمہ: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔

تو معلوم ہوا یہ تاریخی واقعہ قرآن مجید کی آیات کے خلاف ہے۔اس لیے قابل رد ہے۔

اصل نمبر 2

ایسی تاریخی روایت جو صحیح حدیث کے خلاف ہو؛ اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

مثال:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کے لیے رشوت دی تھی، اس حوالے سے "الکامل فی التاریخ" کی روایت پیش کی جاتی ہے۔

مشہور مؤرخ ابو الحسن عزالدین علی بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی المعروف ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے ہیں:

وَسَارَ الْمُغِيرَةُ حَتَّى قَدِمَ الْكُوفَةَ وَذَاكَرَ مَنْ يَثِقُ إِلَيْهِ وَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّهُ شِيعَةٌ لِبَنِي أُمَيَّةَ أَمْرَ يَزِيدَ، فَأَجَابُوا إِلَى بَيْعَتِهِ، فَأَوْفَدَ مِنْهُمْ عَشَرَةً، وَيُقَالُ أَكْثَرُ مِنْ عَشَرَةٍ، وَأَعْطَاهُمْ ثَلَاثِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ، وَجَعَلَ عَلَيْهِمُ ابْنَهُ مُوسَى بْنَ الْمُغِيرَةِ، وَقَدِمُوا عَلَى مُعَاوِيَةَ فَزَيَّنُوا لَهُ بَيْعَةَ يَزِيدَ وَدَعَوْهُ إِلَى عَقْدِهَا: فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا تَعْجَلُوا بِإِظْهَارِ هٰذَا وَكُونُوا عَلَى رَأْيِكُمْ. ثُمَّ قَالَ لِمُوسَى: بِكَمِ اشْتَرَى أَبُوكَ مِنْ هٰؤُلَاءِ دِينَهُمْ؟ قَالَ: بِثَلَاثِينَ أَلْفًا: قَالَ: لَقَدْ هَانَ عَلَيْهِمْ دِينُهُمْ.

الکامل فی التاریخ، ج 3 ص 504 طبع بیروت

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سفر شروع کیا یہاں تک کوفہ پہنچے، وہ لوگ جن پر انہیں بھروسہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ یزید کی امارت کے معاملہ میں یہ بنو امیہ کے گروہ میں سے ہیں ان کے سامنے یزید کی بیعت کا تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے یزید کی بیعت کو قبول کیا، ان میں دس آدمیوں کا وفد ملک شام روانہ کیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دس سے زائد لوگ تھے۔ اور دس آدمیوں کو تیس تیس ہزار دراہم دیے اور ان پر نگران (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے) اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کو بنایا، یہ سب لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یزید کی بیعت کو مزین کر کے پیش کیا اور اسی کو (امارت پر) متعین کرنے کی دعوت دی۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس بات کے ظاہر کرنے میں جلد بازی نہ کرو اور اپنی رائے پر قائم رہو۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ بن مغیرہ سے (تنہائی میں) پوچھا: کہ آپ کے والد (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) نے ان لوگوں کے دین کو کتنے درہم میں خریدا؟ تو موسیٰ بن مغیرہ نے جواب دیا: کہ تیس ہزار درہم میں۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ تب تو ان کا دین ان کی نظروں میں بہت سستا ہے۔

اصولی جواب:

مذکورہ بالا اعتراض کا اصولی جواب یہ ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کے فضائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث مروی ہیں، جن میں آپ کے لیے دعائیں، ہادی اور مہدی ہونے کے کلمات موجود ہیں۔ ایسی صورت میں ان احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی خلافت کے لیے رشوت جیسا قبیح کام کیا ہو۔

لہذا اس جیسی تاریخی روایات کو جس میں رشوت کا ذکر ہے تو ان صحیح روایات کی روشنی میں رد کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ روایات اُن احادیثِ مبارکہ کے صریحاً خلاف جاتی ہیں جن میں آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی گئی ہے یا آپ کو دعائیں دی گئی ہیں۔ ذیل میں چند وہ روایات پیش کی جاتی ہیں جن میں دعاؤں کا ذکر ہے۔

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

1: عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ.

الشریعۃ لآجُرّی، رقم الحدیث: 1911

ترجمہ: حضرت عِرباض بن ساریہ السُّلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! معاویہ کو (قرآن وسنت کو) لکھنے کا، (امور سیاست میں بہترین) حساب کا علم عطا فرما اور (دنیا و آخرت میں) عذاب سے محفوظ فرما۔

2: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ.

سنن الترمذی، رقم الحدیث:3842

ترجمہ: صحابی رسول حضرت عبد الرحمان بن ابی عمیرہ مُزَنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اسے بھی ہدایت نصیب فرما اور اس کے ذریعے دوسروں کو بھی ہدایت عطا فرما۔

تحقیقی جواب:

مشہور مؤرخ ابو الحسن عز الدین علی بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی المعروف ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ (ت 630ھ) نے اپنی کتاب "الکامل فی التاریخ" میں اس روایت کو بغیر سند اور بغیر حوالے کے پیش کیا ہے، تو بلا سند و بلا حوالہ روایت کیسے معتبر ہو سکتی ہے؟

فائدہ:

یہ روایت بھی صرف "الکامل فی التاریخ" میں ہے، اس کے علاوہ کتبِ تاریخ میں بھی یہ روایت نہیں ملتی حتیٰ کہ "تاریخ طبری" جو ابن اثیر جزری رحمہ اللہ کا ماخذ ہے اس میں بھی یہ روایت مذکور نہیں ہے۔

اصل نمبر 3:

ایسی تاریخی روایت جو کسی صحابی کی معروف، مشہور سیرت اور ثابت شدہ وصف کے خلاف ہو؛ اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

مثال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرا دیا تھا۔ اس حوالے سے علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) کی کتاب سے یہ روایت پیش کی جاتی ہے:

اِنَّ عُمَرَ رَفَسَ فَاطِمَۃَ حَتّٰی أَسْقَطَتْ مُحْسِناً

(سیر اعلام النبلاء، تحت ترجمہ ابو بکر احمد بن محمد بن السری، رقم الترجمہ: 349)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مکا مارا جس کی وجہ سے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا) حمل ساقط ہو گیا اور بچہ محسن (پیٹ میں) فوت ہو گیا۔

اصولی جواب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی خوبی عدل ہے، جس پر ان کی پوری زندگی گواہ ہے۔ ایک عام انسان سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی حاملہ عورت پر ہاتھ اٹھائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عادل صحابی کے بارے میں یہ تصور کیسے کیا جا سکتا ہے؟ کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حمل کو گرایا ہو گا، لہذا پیٹ پر مکا مارنا اور حمل کا ساقط ہونا یہ والی روایت صحابی کی مشہور سیرت کے خلاف ہے، اس لیے قابلِ رد ہو گی۔

تحقیقی جواب:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ علیہ کی پوری عبارت کو پڑھ لیا جائے تو اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا ہے اس لیے کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ علیہ اس راوی پر جرح کر رہے اور جرح کی وجوہ میں سے ایک وجہ اس کا یہ من گھڑت واقعہ بیان کرنا نقل کر رہے ہیں (معترضین علامہ ذھبی رحمہ اللہ کی اگلی عبارت کو نقل نہیں کرتے)، لہذا علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

قَالَ الحَاكِمُ: هُوَ رَافِضِي، غَيْرُ ثِقَةٍ.

وَقَالَ مُحَمَّدُ بنُ حَمَّادٍ الحَافِظُ: كَانَ مُسْتَقِيْمَ الأَمْرِ عَامَّةَ دَهْرِهِ، ثُمَّ فِي آخرِ أَيَّامِهِ كَانَ أَكْثَرَ مَا يُقرأُ عَلَيْهِ المَثَالِب، حَضَرْتُه وَرَجُلٌ يَقْرأُ عَلَيْهِ أَنَّ عُمر رفَسَ فَاطِمَةَ حَتَّى أَسقطت محسّناً.

وَفِي خبرٍ آخر قَوْلِه تَعَالَى: {وَجَاءَ فِرْعَوْن} : عُمر، {وَمَنْ قَبْلَهُ} أَبُو بَكْرٍ، وَ {المُؤْتَفِكَاتُ} : عَائِشَةُ، وَحَفْصَةُ.

فَوَافقتُه وَتركتُ حَدِيْثَه.

قُلْتُ: شَيْخٌ ضَالٌّ مُعثِّر.

(سیر اعلام النبلاء، تحت ترجمہ ابو بکر احمد بن محمد بن السری، رقم الترجمہ: 349)

ترجمہ: احمد بن محمد بن السَّرِیّ بن یحیٰ بن ابی دارم کے متعلق امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ رافضی ہے اور غیر ثقہ ہے۔

امام مُحَمَّدُ بنُ حَمَّادٍ الحَافِظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ راوی شروع میں ٹھیک تھا پھر آخری عمر میں اس کے پاس زیادہ ترعیوب، جھوٹ، بہتان اور تہمت والی باتیں پڑھی جاتی تھی (انہیں بہتان اور جھوٹی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) ایک دن میں اس کے پاس آیا اور (میں نے دیکھا کہ) اس کے پاس ایک شخص (یہ من گھڑت روایت) پڑھ رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مکا مارا یہاں تک کے حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں بچہ محسن فوت ہو گیا۔

اور (اس کی گمراہ باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ اللہ تعالی کے فرمان [وَجَاءَ فِرْعَوْن] فرعون میں فرعون کا مصداق حضرت عمر رضی اللہ عنہ [وَمَنْ قَبْلَهُ] میں قبلہ کا مصداق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ [الْمُؤْتَفِكَاتُ] میں الموتکفات کا مصداق حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ تعالی عنہما کو ٹھہرایا۔[العیاذ باللہ] تو میں نے اس کے بعد اس کی حدیثیں لینا چھوڑ دی۔ میں (علامہ ذہبی) کہتا ہوں یہ بوڑھا گمراہ اور پھسلا ہوا آدمی تھا۔

اصل نمبر 4

ایسی تاریخی روایت جو عقل سلیم کے خلاف ہو؛ اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

مثال:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اپنے غلاموں کے ذریعے بہت زیادہ مارا۔ یہاں تک کہ ان کا پیٹ اور اعضائے پوشیدہ زخمی ہو گئے اور چار نمازوں کے وقت کی بقدر وہ بے ہوش رہے، اس حوالے سے معترضین مشہور مؤرخ حسین بن محمد بن الحسن الدِّیار بکری رحمہ اللہ (ت 966ھ) کی تاریخی روایت کو پیش کرتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وَأَمَرَ غِلْمَانَهُ فَضَرَبُوهُ حَتّٰى وَقَعَ لِجَنْبِهٖ وَأُغْمِيَ عَلَيْهِ وَزَعَمُوا أَنَّهُ قَامَ بِنَفْسِهٖ فَوَطِئَ بَطْنَهُ وَمَذَاكِيرَهُ حَتّٰى أَصَابَهُ الْفَتْقُ وَأُغْمِيَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ صَلَوَاتٍ فَقَضَاهَا بَعْدَ الْإِفَاقَةِ.

تاریخ الخمیس: ج 2 ص 271 الطعن الثانی عشر

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ماریں۔ چنانچہ انہوں نے اس قدر مارا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ خدام نے سمجھا کہ وہ خود بخود کھڑے ہو جائیں گے اس لیے انہوں نے پاؤں سے روندا (تاکہ اٹھ نہ سکیں) یہاں تک کہ ان کا پیٹ اور اعضائے پوشیدہ زخمی ہو گئے اور چار نمازوں کے وقت کی بقدر وہ بے ہوش رہے۔ افاقہ ہونے کے بعد انہوں نے نمازوں کی قضا کی۔

اصولی جواب:

معترض کا بیان کردہ یہ واقعہ عقل سلیم کے صریح خلاف ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کی تفصیلات میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مارا تو ان کی انتڑیاں باہر نکل آئیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین سن 37 ہجری میں شہید ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سن 35 ہجری میں ہوئی۔ اگر اس واقعہ کو عہد عثمانی کے آخر زمانے کا بھی مانا جائے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے دو سال بعد زندہ رہے حالانکہ انتڑیوں کے نکل جانے کے دو سال بعد اس طرح زندہ رہنا عقلاً ناممکن ہے لہذا یہ تاریخی واقعہ ناقابلِ قبول ہو گا۔

یہی بات چنانچہ امام ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد المَعَافری ابن العربی المالکی رحمہ اللہ (ت 543ھ) فرماتے ہیں:

قَالُوا مُتَعَدِّيْنَ، مُتَعَلِّقِيْنَ بِرِوَايَةِ كَذَّابِيْنَ: جَاءَ عُثْمَانُ فِيْ وِلَايَتِهٖ بِمَظَالِمَ وَمَنَاكِيْرَ، مِنْهَا: ضَرْبُهُ لِعَمَّارٍ حَتّٰى فَتَقَ أَمْعَاءَهُ.... هٰذَا كُلُّهُ بَاطِلٌ سَنَدًا وَمَتْنًا .... ضَرْبُهُ لِعَمَّارٍ إِفْكٌ.....وَلَوْ فَتَقَ أَمْعَاءَهُ مَا عَاشَ أَبَدًا.

العواصم من القواصم: ص 61 تا ص 64 المظالم والمناکیر التی ادعوھا علی عثمان

ترجمہ: معترضین نے حدود سے تجاوز کرتے ہوئے جھوٹے لوگوں کی روایت کا سہارا لے کر یہ الزام لگایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ظلم کیے اور کئی قابل اعتراض کام کیے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مارا جس سے ان کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ (میں ابن العربی کہتا ہوں کہ) یہ ساری کی ساری روایات سند اور متن کے اعتبار سے باطل ہیں۔ جہاں تک حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مارنے کا معاملہ ہے تو یہ بات صریح جھوٹ ہے۔ (اس لیے کہ) اگر ان کی انتڑیاں باہر آ جاتیں تو وہ کبھی بھی زندہ نہ رہتے (حالانکہ اس واقعہ کے بعد وہ کافی عرصہ زندہ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ واقعہ جھوٹ ہے۔)

تحقیقی جواب نمبر 1:

یہ مبالغہ آمیز باتیں ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ صحیح واقعہ وہ ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے جسے ذکر کیا جاتا ہے۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي جَهْمٌ رَجُلٌ مِنْ بَنِي فِهْرٍ ، قَالَ : أَنَا شَاهِدُ هٰذَا الْأَمْرِ ، قَالَ : جَاءَ سَعْدٌ وَعَمَّارٌ فَأَرْسَلُوا إِلٰى عُثْمَانَ أَنِ ائْتِنَا ، فَإِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَذْكُرَ لَكَ أَشْيَاءَ أَحْدَثْتَهَا ، أَوْ أَشْيَاءَ فَعَلْتَهَا ، قَالَ : فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ أَنِ انْصَرِفُوا الْيَوْمَ ، فَإِنِّي مُشْتَغِلٌ وَمِيعَادُكُمْ يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا حَتّٰى أَشْزَنَ ، قَالَ أَبُو مِحْصَنٍ : أَشْزَنَ : أَسْتَعِدُّ لِخُصُومَتِكُمْ . قَالَ : فَانْصَرَفَ سَعْدٌ ، وَأَبٰى عَمَّارٌ أَنْ يَنْصَرِفَ ، قَالَهَا أَبُو مِحْصَنٍ مَرَّتَيْنِ ، قَالَ : فَتَنَاوَلَهُ رَسُولُ عُثْمَانَ فَضَرَبَهُ ، قَالَ : فَلَمَّا اجْتَمَعُوا لِلْمِيعَادِ وَمَنْ مَعَهُمْ ، قَالَ لَهُمْ عُثْمَانُ : مَا تَنْقِمُونَ مِنِّي ؟ قَالُوا : نَنْقِمُ عَلَيْكَ ضَرْبَكَ عَمَّارًا ، قَالَ : قَالَ عُثْمَانُ : جَاءَ سَعْدٌ وَعَمَّارٌ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِمَا ، فَانْصَرَفَ سَعْدٌ ، وَأَبٰى عَمَّارٌ أَنْ يَنْصَرِفَ ، فَتَنَاوَلَهُ رَسُولٌ عَنْ غَيْرِ أَمْرِي فَوَاللّٰهِ مَا أَمَرْتُ وَلَا رَضِيتُ ، فَهٰذِهِ يَدِي لِعَمَّارٍ فَلْيَصْطَبِرْ ، قَالَ أَبُو مِحْصَنٍ : يَعْنِي يَقْتَصُّ .

مصنف ابن ابی شیبۃ: ج21 ص316، 317، رقم الحدیث 38846 کتاب الفتن

ترجمہ: حصین بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو فہر کے جہم نامی ایک شخص نے مجھے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ یہ معاملہ میری آنکھوں دیکھا ہے کہ حضرت سعد اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس تشریف لائیں تاکہ ہم چند چیزوں کی نشاندہی کریں جو آپ نے نئی ایجاد کی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف اپنے قاصد کے ذریعے پیغام بھجوایا کہ آج آپ واپس لوٹ جائیں، میں مصروف ہوں، آپ فلاں دن آجائیں، میں آپ کے ساتھ بات کرنے کے لیے تیار رہوں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے لیکن حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ ابو محصن نے انہیں دوبار کہا (لیکن وہ نہ مانے) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاصد نے انہیں پکڑ کر مارا۔ چنانچہ (ایک دن معترضین وبلوائی) جب اکٹھے ہو کر آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ تم مجھ سے کس چیز کا انتقام لیتے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ آپ نے عمار رضی اللہ عنہ کو مارا ہے، ہم اس کا انتقام لیتے ہیں۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سعد اور عمار رضی اللہ عنہما آئے تھے، میں نے انہیں واپس لوٹ جانے کا کہا تھا۔ چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے اور عمار رضی اللہ عنہ نے جانے سے انکار کر دیا تو قاصد نے انہیں مارا تھا۔ اللہ کی قسم! نہ میں نے مارنے کا حکم دیا تھا اور نہ ہی میں اس پر راضی تھا۔ لہٰذا یہ ہے میرا ہاتھ عمار رضی اللہ عنہ کے سامنے، وہ چاہیں تو مجھ سے قصاص لے لیں۔

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مارا تھا اور نہ ہی مارنے کا حکم دیا تھا اور نہ ہی وہ اس پر راضی تھے۔

جواب نمبر 2:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نہ ہی مارا تھا اور نہ ہی مارنے کا حکم دیا تھا۔ مصنف اسی عبارت کے بعد اس کی تردید بھی کر رہے ہیں۔

چنانچہ مورخ حسین بن محمد بن الحسن الدیّار بکری رحمہ اللہ (ت 966ھ) آگے لکھتے ہیں:

أَمَّا ضَرْبُ عَمَّارٍ فَسِيَاقُ هٰذِهِ الْقِصَّةِ لَا يَصِحُّ عَلٰى هٰذَا النَّحْوِ الَّذِي رَوَوْهُ بَلِ الصَّحِيحُ مِنْهَا اَنَّ غِلْمَانَهُ ضَرَبُوا عَمَّارًا وَقَدْ حَلَفَ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ عَلٰى أَمْرِهِ لِاَنَّهُمْ عَاتَبُوهُ فِي ذٰلِكَ فَاعْتَذَرَ اِلَيْهِمْ بِاَنْ قَالَ: جَاءَ هُوَ وَ سَعْدٌ اِلَى الْمَسْجِدِ وَأَرْسَلَا اِلَيَّ أَنِ ائْتِنَا ، فَإِنَّا نُرِيدُ أَنْ نُذَاكِرَكَ أَشْيَاءَ فَعَلْتَهَا فَأَرْسَلْتُ اِلَيْهِمَا اَنِّي عَنْكُمَا الْيَوْمَ مَشْغُولٌ فَانْصَرِفَا وَمَوْعِدُ كُمَا يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا فَانْصَرَفَ سَعْدٌ ، وَأَبٰى هُوَ أَنْ يَنْصَرِفَ فَأَعَدْتُ اِلَيْهِ الرَّسُوْلَ فَأَبٰى ثُمَّ أَعَدْتُ اِلَيْهِ فَأَبٰى فَتَنَاوَلَهُ رَسُولِي بِغَيْرِ أَمْرِي فَوَاللّٰهِ مَا أَمَرْتُ وَلَا رَضِيتُ بِضَرْبِهِ ، فَهٰذِهِ يَدِي لِعَمَّارٍ فَلْيَقْتَصَّ مِنِّي اِنْ شَاءَ.

تاریخ الخمیس: ج2 ص272 الجواب عن الطعن الثانی عشر

ترجمہ: جہاں تک حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مارنے والے واقعہ کا تعلق ہے تو یہ واقعہ اس طرح نہیں جس طرح معترضین نے بیان کیا ہے بلکہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خدام نے مارا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر اس بات کی صفائی پیش کی کہ یہ میرے کہنے پر نہیں ہوا۔ چونکہ معترضین آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کر رہے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے

عذر بیان کرتے ہوئے صحیح صور تحال یہ بیان کی کہ عمار اور سعد رضی اللہ عنہما مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے میری طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آئیں، ہم ان امور کے متعلق آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں جو آپ نے جاری کیے ہیں۔ میں نے جواباً کہلا بھیجا کہ میں آج مصروفیت کی وجہ سے نہیں آ سکتا، لہذا فلاں دن تشریف لے آئیں۔ سعد رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے لیکن عمار رضی اللہ عنہ نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ میں نے بار بار ان کی طرف قاصد بھیجا لیکن پھر بھی یہ انکار کرتے رہے۔ پھر قاصد میرے کہے بغیر ان سے الجھ پڑا۔ واللہ! نہ میں نے ایسا کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر راضی تھا (اب اس میں میرا کیا قصور ہے؟)۔ یہ ہے میرا ہاتھ عمار رضی اللہ عنہ کے سامنے، اگر یہ چاہیں تو قصاص لے لیں۔

اصل نمبر 5

صحابہ کرام واہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے جرح وتعدیل کے مسلمہ اصولوں کو مد نظر رکھا جائے گا۔

فائدہ: حضرات صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق کسی بھی مورخ یا محدث یا محقق کی جرح کو اہمیت دیکر کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے محدثین کرام کے اس اصول کو مد نظر رکھا جائے جو انہوں نے اجلّہ ائمہ حدیث، ائمہ فقہ اور امت کی مقتدر ہستیوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 241ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

كُلُّ رَجُلٍ ثَبَتَ عَدَالَتُهُ لَمْ يُقْبَلْ فِيهِ تَجْرِيحُ أَحَدٍ

(دراسات فی الجرح والتعدیل ص 61)

ترجمہ: جس شخص کی عدالت ثابت ہو اس کے متعلق کسی کی جرح وتنقید معتبر نہیں ہے۔

امام تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب بن علی سبکی رحمہ اللہ (المتوفی: 771ھ) فرماتے ہیں۔

إِنَّ مَنْ ثَبَتَ عَدَالَتُهُ وَإِمَامَتُهُ وَكَثُرَ مَادِحُوهُ وَنَدُرَ جَارِحُوهُ وَكَانَتْ هُنَاكَ قَرِينَةٌ دَالَّةٌ عَلَى سَبَبِ جَرْحِهِ مِنْ تَعَصُّبٍ مَذْهَبِيٍّ أَوْ غَيْرِهِ فَإِنَّا لَا نَلْتَفِتُ إِلَى الْجَرْحِ فِيهِ وَيَعْمَلُ فِيهِ بِالْعَدَالَةِ

(قاعدۃ الجرح والتعدیل ص 9،10)

ترجمہ: جس شخص کی امامت وعدالت ثابت ہو جائے اور ان کی مدح کرنے والے کثیر لوگ ہوں اور جرح کرنے والے بہت تھوڑے سے لوگ ہوں اور یہاں پر ایک قرینہ بھی موجود ہو کہ یہ جرح تعصب مذہبی کی وجہ سے یا کسی اور (عناد) کی وجہ سے کی جارہی ہے تو ہم ایسی جرح کی طرف توجہ نہیں کریں گے اور ہم اس میں عدالت ہی کو لازم پکڑیں گے۔

اس اصول کی روشنی میں حضرات صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کو اگر دیکھا جائے تو یہ وہ طبقہ ہے جنکی عدالت وثقاہت کی گواہی خود ذات باری تعالیٰ نے دی ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وغیرہ

اور پوری امت مسلمہ کا اجماعی فیصلہ ہے:

إِنَّ الصَّحَابَةَ كُلُّهُمْ عُدُولٌ بِتَعْدِيلِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَهُمْ

(دراسات فی الجرح والتعدیل ص 167)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کی تعدیل کی وجہ سے سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عادل ہیں۔

اس لئے اگر تاریخ کی کسی بھی کتاب میں چاہے اس کا مصنف علم وتقویٰ کے کتنے ہی بلند معیار پر کیوں نہ ہو اگر کسی بھی صحابی کے متعلق اس میں کوئی ایسی بات پائی جائے جس سے اس صحابی کی عظمت شان مرجوح ہو رہی ہو تو ایسی روایت کا صحیح محمل تلاش کیا جائے گا تا کہ تطبیق ہو سکے یا پھر اُسے منسوخ قرار دیا جائے گا اس لئے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا فیصلہ قطعی ہے اور تاریخی روایت محض ظنی اور تخمینی ہیں اور ظن کبھی حق کے مقابل نہیں ٹھہر سکتا۔

8۔اصول حدیث اور اصول تاریخ میں فرق

اصولِ حدیث اور اصولِ تاریخ میں بعض اصول مشترک ہیں، جیسے راوی کا عادل، دیانت دار اور حافظے کا درست ہونا۔ لیکن ان دونوں میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ حدیث میں سند کی سختی سے جانچ کی جاتی ہے، جبکہ تاریخ میں صرف چند خاص مواقع پر سند کی تحقیق ضروری سمجھی جاتی ہے۔

وہ مقامات جہاں سند کی تحقیق ضروری سمجھی جاتی ہے وہ درج ذیل ہیں:

1۔عقیدہ یا شرعی احکام متاثر ہوتے ہوں۔

2۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام واہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراض کا پہلو نکلتا ہو۔

3۔اسلامی شخصیات یا سلف صالحین پر اعتراض کا پہلو نکلتا ہو۔

ان کے علاوہ تاریخ میں ضعیف روایات بھی قبول کی جاتی ہیں تا کہ تاریخی معلومات محفوظ رہیں۔ اسی لیے محققین علماء ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد المعروف الواقدی (ت 207ھ) اور محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی (151ھ) جیسے تاریخی راویوں کی روایت کو شرعی امور کی بحث میں قبول نہیں کرتے۔ البتہ سیر ومغازی کی جزئیات میں ان کی روایات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔[اسی لیے امام بخاری جیسے محتاط ترین محدث نے صحیح بخاری میں محمد بن اسحاق سے 24 مقامات پر تعلیقًا روایت لی ہے اور ان کے تاریخی اقوال سے استشہاد کیا ہے]

9: تاریخ کا حکم

علم تاریخ کے حکم کے بارے میں امام حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ (ت 902ھ) فرماتے ہیں:

وَاَمَّا حُكْمُهٗ فَلَيْسَ بِمُطَّرِدٍ فِيْ وَاحِدٍ بَلْ مِنْهُ مَاهُوَ وَاجِبٌ اِذَا تَعَيَّنَ طَرِيْقًا لِلْوُقُوْفِ عَلَى اتِّصَالِ الْخَبَرِ ،(مِنْ سِلْسِلَةِ الرُّوَاةِ) وشِبْهِهٖ، وَلِمَعْرِفَةِ النَّسْخِ، وَلِاَنْسَابِ الَّتِيْ يَنْشَأُ عَنْهَا التَّوَارُثُ وَالْكَفَاءَةُ ، وَمِنْ ثَمَّ صَرَّحَ بَعْضُهُمْ بِأَنَّ عَلَيْهِ مَدَارَ الْاَحْكَامِ. وَغَيْرُ وَاحِدٍ اَنَّهٗ مِنْ فُرُوْضِ الْكِفَايَاتِ، وَبَعْضُهُمْ اَنَّهٗ مِمَّا يَنْبَغِيْ وَلٰكِنَّهَا غَيْرُ مُتَمَحِّضَةِ الْوُجُوْبِ ، بَلْ يَنْدَرِجُ تَحْتَهَا الْمُسْتَحَبُّ بِحَسَبِ الْمَقَامِ وَالسِّيَاقِ، وَرُبَّمَا يُسْتَعْمَلُ فِي الْمُبَاحِ وَعَقَدَ الْخَطِيْبُ بَابًا لِوُجُوْبِ بَيَانِ اَحْوَالِ الْكَذَّابِيْنَ (مِنَ الرُّوَاةِ) وَالتَّنْكِيْرِ عَلَيْهِمْ ، وَاَنْهَاءِ اَمْرِهِمْ اِلَى السَّلَاطِيْنِ،

الاعلان بالتوبیخ لمن ذم فی التاریخ:86

اس مکمل عبارت کا حاصل یہ ہے:

1: تاریخ کے بعض ابواب کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے بعض کا فرض کفایہ ہے بعض کا واجب ہے بعض کا مندوب ہے بعض کا مباح (جائز) ہے بعض کا مکروہ ہے، بعض کا حرام ہے۔

2: سیرت نبویہ علی صاحبہا السلام کا اس قدر علم کہ مسلمانوں کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف ہو جائے فرض عین ہے۔

3: ایسے واقعات کا جاننا جن پر اعتقادی وفقہی مسائل اور مسلمانوں کے مصالح موقوف ہوں واجب ہے۔ اس لیے امت کے ایک طبقے پر اس قدر علم تاریخ سیکھنا فرض کفایہ ہے، اعتقادی اور عملی مسائل کا علم تاریخ پر منحصر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے اعتقادی وعملی مسائل احادیث سے ماخوذ ہیں جن کے رواۃ اور ناقلین کے احوال کا پتا اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک تاریخ سے واقفیت نہ ہو۔ اسی طرح کسی حدیث کا متصل السند ہونا، ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا، نیز نسب اور وراثت کے بہت سے مسئلے تاریخ پر موقوف ہیں۔ اس لیے تاریخ کے ایسے حصے کا علم ضروری ہوا۔

4: صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء کرام رحمہم اللہ اور اچھے لوگوں کے حالات کا علم حاصل کرنا جس سے نیکی کی

طرف رغبت ہو مندوب ہے۔

5: بادشاہوں، وزیروں، شہزادوں، شاعروں ادیبوں اور دوسرے لوگوں کے حالات وواقعات کا جاننا (جن سے دین میں کوئی نقصان نہ ہو، دنیوی لحاظ سے فائدہ ہو) مباح ہے۔

6: ایسے فضول واقعات پڑھنا جن میں کوئی دینی یا دنیوی نفع نہ ہو مکروہ ہے۔

7: عاشق و معشوق کے قصے، اخلاق سے گری ہوئی حکایات اور فاسق وفاجر لوگوں کے ایسے واقعات پڑھنا جن سے اعتقادی یا عملی خرابیوں میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو، یا جن سے برائیوں کو فروغ ملتا ہو، حرام ہے۔

10: تاریخ کی چند اہم کتب کا تعارف

علم تاریخ پہ بہت زیادہ کتب لکھی گئی ہیں۔ ذیل میں چند مشہور عربی اور اردو کتب تاریخ مع مصنفین کے تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

عربی کتب تاریخ

عربی کتب تواریخ میں جن کتب کو بطور آخذ و مرجع کے سمجھا جاتا ہے وہ یہ پانچ کتب ہیں:

تاریخ طبری، الکامل فی التاریخ، تاریخ الاسلام، البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن خلدون

ذیل میں ان کتب اور ان کے مؤلفین کے تعارف کے ساتھ ان کے تالیفی منہج مع خصائص و نقائص پر مختصر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

1۔ تاریخ طبری

مؤرخ کا تعارف:

محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ 225 ہجری میں طبرستان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مصر، شام اور دیگر اسلامی مراکز کے علماء سے حدیث، قراءت اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں وہ بغداد تشریف لائے، جہاں انہوں نے درس و تدریس، فتوٰی نویسی اور تصنیف کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر وہ مکمل طور پر تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہوگئے اور کئی قیمتی علمی خدمات انجام دیں۔ وہ تفسیر، حدیث، فقہ، علم رجال اور تاریخ میں اعلیٰ درجے کی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی تفسیر کی عظمت کا ثبوت "تفسیر طبری" ہے، جب کہ فقہ، حدیث اور علم رجال میں ان کی گراں قدر تصنیف "تہذیب الآثار" ہے۔ تاریخ کے میدان میں ان کی مشہور کتاب "تاریخ الامم والملوک" ان کی علمیت کا شاہکار ہے۔ آپ نے 310 ہجری میں وفات پائی۔

فائدہ: ابو جعفر بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ ہیں، علمائے اہل سنت میں سے ہیں۔ انہی کے ہم نام ایک شیعہ مؤرخ، ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم الطبری ہیں۔ نام کی مشابہت کی وجہ سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ سنی طبری کو شیعہ سمجھ لیا جاتا ہے۔

کتاب کا تعارف:

اس کتاب کا اصل نام "تاریخ الامم والملوک" ہے، اسے تاریخ الرسل والملوک" بھی کہا جاتا ہے، امام طبری رحمہ اللہ نے اس تاریخ کو انبیائے کرام علیہم السلام سے شروع کیا ہے۔ اس میں، دور خلافت راشدہ اور خلافت بنو امیہ کے علاوہ عہد بنو عباس کے ابتدائی زمانے کی تفصیلات موجود ہیں۔ یہ تاریخ بعد میں آنے والی اکثر و بیشتر اسلامی کتب تواریخ کے لیے بنیادی آخذ ہے۔

البتہ اس بات کا خیال رہے کہ امام طبری رحمہ اللہ نے روایات کو کسی قسم کے تبصرے کے بغیر پیش کیا ہے، راویوں پر کوئی بحث کی ہے اور نہ ہی کسی روایت کی وضاحت۔ اس لئے بعض اوقات یہ غلط فہمی پیدا ہوجاتی ہے کہ روایت کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟

2۔ الکامل فی التاریخ

مؤرخ کا تعارف:

علامہ محمد بن محمد بن اثیر الجزری رحمہ اللہ ایک جلیل القدر عالم تھے جن کی ولادت 555 ہجری میں جزیرہ ابن عمر نامی مقام پر ہوئی، جو موصل کے قریب دریائے دجلہ کے تین اطراف سے گھرا ہوا تھا۔ انہوں نے علم کی تلاش میں موصل، شام اور بیت المقدس کا سفر کیا۔ اپنی جوانی میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے ساتھ صلیبیوں کے خلاف جہاد میں بھی شریک رہے۔ حلب کے سفر کے دوران ان کی ملاقات مشہور مؤرخ علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ سے بھی ہوئی۔ بعد ازاں وہ موصل واپس آئے اور اپنی وفات تک وہیں علم و تصنیف میں مشغول رہے۔ آپ کا وصال 630 ہجری میں ہوا۔

فائدہ: ابن اثیر جزری" کے نام سے تین آدمی مشہور ہوئے ہیں:

1۔ علامہ محمد بن محمد بن اثیر الجزری رحمہ اللہ جن کا تعارف ابھی گزرا۔

2۔ علامہ محمد بن محمد بن اثیر الجزری رحمہ اللہ کے بڑے بھائی مبارک بن محمد بھی "ابن اثیر جزری" کے نام سے مشہور ہیں جن کی حدیث میں مشہور کتاب "جامع الاصول" ہے۔

3۔ محمد بن محمد بن محمد الجزری (المتوفی: 833ھ) بھی علامہ الجزری کے نام سے مشہور ہے، جو مقدمۃ الجزری اور حصن حصین کے مصنف ہیں۔

کتاب کا تعارف:

الکامل فی التاریخ علامہ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ کی مشہور و معتبر تاریخی تصنیف ہے، جو اسلامی تاریخ کی جامع اور مستند کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ابتدا سے لے کر اپنے زمانے یعنی ساتویں صدی ہجری عالم اسلام پر چنگیز خان کے حملے تک کے اہم تاریخی واقعات کو ترتیب وار بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے مختلف مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے واقعات کو نہایت تحقیق و تنقید کے بعد شامل کیا، جس کی وجہ سے یہ کتاب آج تک مؤرخین کے لیے ایک اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

خصائص:

1۔ اس کتاب میں واقعات کو سال بہ سال ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ ہر سال کے تحت مختلف علاقوں جیسے عرب، فارس یا ہندوستان کے تمام اہم واقعات اکٹھے بیان کیے گئے ہیں۔ اس انداز کا فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی واقعے کا سن معلوم ہو تو اس کی تفصیل آسانی سے تلاش کی جاسکتی ہے۔

2۔ مصنف نے روایات کو من وعن نقل کرنے کے بجائے ان کا نچوڑ پیش کیا ہے اور صرف وہی واقعات شامل کیے ہیں جو تاریخ میں اثر رکھتے ہیں یا جن کا حال و مستقبل پر گہرا اثر پڑا ہے۔

3۔ ہر سال وفات پانے والی اہم شخصیات کا ذکر نہایت اہتمام سے کیا گیا ہے، تاکہ ان کے علمی، سیاسی یا دینی مقام کو اجاگر کیا جاسکے۔

4۔ ہر سال کے اختتام پر مصنف نے کچھ حیرت انگیز اور عجیب و غریب واقعات بھی نقل کیے ہیں، جو کتاب کو مزید دلکش بناتے ہیں۔

5۔ اس تصنیف کو محض واقعات کا مجموعہ نہیں بنایا گیا بلکہ اسے دلچسپ اور سبق آموز بنانے کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مختلف جگہوں پر علماء، بادشاہوں اور فاتحین کے حکمت بھری حکایات و قصے بھی شامل کیے گئے ہیں۔

نقائص:

1۔ مصنف روایت لینے کے معاملے میں متساہل ہیں کہ ضعیف بلکہ من گھڑت روایات بھی بلا تردد لے لیتے ہیں۔ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

2۔ روایات کی سند بیان نہیں کرتے، اس لئے تحقیق کرنا بہت مشکل ہے کہ مواد کس حد تک معتبر ہے؟

3۔ابن اثیر رحمہ اللہ بادشاہوں پر تنقید کرنے میں بعض اوقات شدت اختیار کر جاتے ہیں، یہاں تک کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ جیسے نیک اور صالح حکمران بھی ان کی تنقید سے محفوظ نہیں رہتے۔ اگرچہ بعض مقامات پر ان کی تنقید برحق اور حقیقت پر مبنی ہوتی ہے، مگر کئی مواقع پر ان کے اعتراضات غیر مناسب اور مبالغہ آمیز محسوس ہوتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدح و مذمت میں وہ ہمیشہ اعتدال کا دامن نہیں تھامتے اور بعض جگہ جذباتیت ان کی تحریر پر غالب آجاتی ہے۔

3۔ تاریخ الاسلام

مؤرخ کا تعارف:

حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ 637 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ علمی دنیا میں "خاتمۃ الحفاظ" کے لقب سے معروف ہیں۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ نے دمشق کو اپنا مسکن بنایا اور وہیں تدریس، تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ آپ کی علمی خدمات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے تقریباً سو کے قریب اہم اور گراں قدر کتابیں تصنیف کیں۔ رجال کے بارے میں آپ کی ناقدانہ بصیرت بے مثال تھی، اور ساتھ ہی آپ تاریخ کے میدان میں بھی ایک عظیم مؤرخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی مشہور تاریخی تصانیف میں تاریخ الاسلام، دول الاسلام، سیر اعلام النبلاء اور العبر شامل ہیں، جو آج بھی اہلِ علم کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپ کا انتقال 748 ہجری میں ہوا۔

امام حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ (ت 902ھ) فرماتے ہیں:

لوگ حدیث اور رجال کے فنون میں چار شخصیات کی اولاد ہیں: "مِزّی رحمہ اللہ، ذہبی رحمہ اللہ، عراقی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ"۔

فائدہ: ان چاروں شخصیات کے مکمل نام و نسب مع تاریخ ولادت و وفات یہ ہیں:

1۔علامہ ابو الحجاج، جمال الدین یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف المزی رحمہ اللہ (654-742)

2۔علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (673-748)

3۔الحافظ ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمن بن ابی بکر بن ابراہیم، الکردی المصری الشافعی رحمہ اللہ (725-806)

4۔حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (773-852)

کتاب کا تعارف:

تاریخ الاسلام کا پورا نام "تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام" ہے۔ ہر طبقے کو ایک زمانے میں محدود کیا گیا ہے۔ پہلے اس زمانے کے حالات کو "حوادث" کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے، پھر اس زمانے کے مشاہیر کے حالات "وفیات" کے عنوان سے پیش کئے گئے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ تاریخی روایات پر بقدر ضرورت تبصرہ اور مؤرخین و رواۃ پر جرح بھی ذکر کی ہے۔

فائدہ: یہ تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر کے بعد اسلامی تاریخ کا دوسرا سب سے ضخیم ماخذ ہے۔ تاریخ دمشق کا متداول نسخہ جو دار الفکر نے شائع کیا ہے 80 جلدوں میں ہے، اس میں 76 جلدیں متن ہیں اور چار جلدیں فہارس اور انڈکس پر مشتمل ہیں۔ جبکہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی تاریخ الاسلام کا مشہور نسخہ جو دکتور عبد السلام تدمری کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے، 53 جلدوں پر مشتمل ہے۔

خصائص:

1۔چونکہ آپ جرح و تعدیل کے بڑے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں، اس لیے آپ کی تحریروں میں محدثین اور راویوں پر تنقیدی انداز نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

2۔آپ کا مزاج نہایت متوازن اور بصیرت افروز ہے، اس لیے آپ روایات یا شخصیات کے بارے میں رائے دیتے وقت انتہائی احتیاط اور توازن

سے کام لیتے ہیں۔ آپ کی آراء اکثر گہرے علم اور وزن کی حامل ہوتی ہیں۔

3۔ تاریخ الاسلام میں زمانوں اور شخصیات کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے، جس سے کتاب کا مطالعہ منظم اور آسان ہو جاتا ہے۔

4۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے روایات کے انتخاب میں نہایت عمدہ اور محتاط طریقہ اپنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتاب بے بنیاد، کمزور یا من گھڑت باتوں سے بڑی حد تک پاک ہے، اور اسے ایک معتبر تاریخی ماخذ قرار دیا جاتا ہے۔

4۔ البدایۃ والنہایۃ

مؤرخ کا تعارف:

علامہ ابن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ آٹھویں صدی ہجری کے جلیل القدر مفسر، مؤرخ اور فقیہ تھے۔ آپ کی ولادت 701 ہجری میں بصریٰ (شام) کے قریب ایک گاؤں میں ہوئی، اور ابتدائی تعلیم کے بعد دمشق میں سکونت اختیار کی۔ آپ نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ جیسے عظیم اساتذہ سے علم حاصل کیا اور تفسیر، حدیث، تاریخ اور فقہ میں بلند مقام حاصل کیا۔ آپ کا شمار شافعی فقہ کے معتبر علماء میں ہوتا ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کی سب سے مشہور اور گراں قدر تصنیف "تفسیر القرآن العظیم" ہے، جو تفسیر بالمأثور کے بہترین نمونوں میں سے ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب "البدایہ والنہایہ" اسلامی تاریخ پر ایک جامع اور معتبر حوالہ سمجھی جاتی ہے۔ آپ کا وصال 774 ہجری میں دمشق میں ہوا۔

کتاب کا تعارف:

البدایہ والنہایہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی مشہور تاریخی تصنیف ہے، جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے نہایت تحقیق اور تفصیل کے ساتھ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے حالات، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابتدائی اسلامی فتوحات (خصوصاً 15 ہجری تک) کو بیان کیا ہے۔ شروع کی جلدوں میں واقعات کی وضاحت بہت مفصل ہے، مگر جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا ہے، مصنف نے واقعات کو مختصر انداز میں بیان کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آخری پانچ صدیوں کے حالات کو صرف تین جلدوں میں سمیٹ دیا۔ البتہ 701 ہجری سے 768 ہجری تک کے حالات کو ایک الگ جلد میں قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

خصائص:

1۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں ابن کثیر رحمہ اللہ نے بڑی محنت سے روایات جمع کی ہیں، صرف نقل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسناد کے ساتھ تحقیق اور تنقید کا بھی اہتمام کیا ہے۔

2۔ صحابہ کرام واہل بیت علیہم الرضوان اور فتنوں کے دور کی روایات میں ضرورت کے مطابق جرح وتعدیل سے کام لیا ہے۔

3۔ اموی اور عباسی خلفاء کے چھ صدیوں پر محیط حالات کو مختصر مگر جامع انداز میں پیش کیا ہے۔

4۔ اپنے زمانے کے واقعات، جیسے بغداد پر ہلاکو خان کا حملہ، اور مملوک سلاطین کی فتوحات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، کیونکہ یہ معلومات اس قدر وضاحت سے کسی اور کتاب میں موجود نہ تھیں۔

نقائص:

1۔ بعض مقامات پر صحابہ کرام واہل بیت علیہم السلام کے بارے میں غیر معتبر روایات کو بغیر کسی تنقید کے بیان کر دیا گیا ہے، جو علمی لحاظ سے کمزوری شمار ہوتی ہے۔

2۔ چونکہ کتاب میں واقعات کو سال بہ سال ترتیب سے بیان کیا گیا ہے، اس لیے بعض اوقات واقعات کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور قاری کو ربط قائم

رکھنے میں دشواری ہوتی ہے۔

فائدہ: تاریخ ابن کثیر کے نام سے اس کا اردو زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

5۔ تاریخ ابن خلدون

مؤرخ کا تعارف:

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ آٹھویں صدی ہجری کے ممتاز مؤرخ، مفسر، فقیہ، فلسفی اور ماہر عمرانیات تھے۔ آپ کا مکمل نام ونسب یوں ہے: ابوزید عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون ولی الدین التنوسی الحضرمی المالکی المعروف ابن خلدون۔

آپ 732 ہجری میں تیونس میں پیدا ہوئے۔ آپ نے فقہ، حدیث، منطق، فلسفہ، تاریخ اور ادب جیسے علوم میں مہارت حاصل کی اور کئی علمی مناصب پر فائز رہے۔ ابن خلدون کو سب سے زیادہ شہرت ان کی شہرۂ آفاق تصنیف "المقدمہ" کی وجہ سے ملی، جو نہ صرف تاریخ نویسی بلکہ عمرانیات، معیشت، سیاست اور فلسفۂ تاریخ پر بھی پہلی باضابطہ کتاب سمجھی جاتی ہے۔ انہیں علمِ عمرانیات کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔۔ آپ کا انتقال 808 ہجری میں مصر میں ہوا۔

کتاب کا تعارف:

کتاب کا مکمل نام "تاریخ العبر وديوان المبتدأ والخبر في ايام العرب والعجم والبربر" ہے، لیکن مشہور تاریخ ابن خلدون کے نام سے ہے۔ اسلامی تاریخ کی ایک عظیم اور فخریہ تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب کا آغاز ایک تفصیلی مقدمے سے ہوتا ہے جس میں ابن خلدون رحمہ اللہ نے جغرافیہ، تاریخ، معاشرت، تہذیب، اقوام کے عروج وزوال اور تمدنی اصولوں پر نہایت عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ یہی مقدمہ بعد میں "مقدمہ ابن خلدون" کے نام سے مشہور ہوا، جس کی وجہ سے ابن خلدون کو عمرانیات کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔

خصائص:

1۔ تاریخی واقعات کو سالوں کی ترتیب سے نہیں بلکہ مختلف سلطنتوں اور خاندانوں کے لحاظ سے شروع سے آخر تک مربوط انداز میں بیان کیا گیا ہے، جس سے قاری کا ذہن منتشر نہیں ہوتا۔

2۔ ابن خلدون کا انداز غیر جانب دارانہ ہے۔ وہ سادہ اور مدلل زبان میں لکھتے ہیں اور کسی کی تعریف یا تنقید میں ذاتی رجحان شامل نہیں کرتے۔

3۔ واقعات کو ایک دوسرے سے اس طرح جوڑا گیا ہے کہ ان کے اسباب ونتائج خود بخود واضح ہو جاتے ہیں۔

4۔ ابن خلدون نے محض روایت پر اعتماد کرنے کے بجائے عقل اور دلیل کو بھی معیار بنایا ہے، اسی لیے بہت سی کمزور روایات کو چھوڑ دیا ہے۔

5۔ وہ روایات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں اور اصل مفہوم کو واضح انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

6۔ بڑے واقعات کو نہایت جامع اور مختصر انداز میں سمیٹتے ہیں، جس سے قاری تھوڑے وقت میں زیادہ تاریخی معلومات حاصل کر سکتا ہے۔

نقص:

بعض مواقع پر ابن خلدون کے تبصرے اہلِ علم کی عمومی رائے سے ہٹ کر ہوتے ہیں، جو علمی لحاظ سے کمزور اور قابلِ گرفت شمار کیے گئے ہیں۔

اردو کتب تاریخ

1۔ تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی

مؤرخ کا تعارف:

اکبر شاہ خان نجیب آبادی 1875ء کو بجنور کے علاقہ نجیب آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک ہندوستانی مسلم مؤرخ اور عالم تھے۔آپ نے تقریباً30 کتب تصنیف فرمائیں جن میں "تاریخ الاسلام"، "تاریخ نجیب آباد"، "جنگ انگوری" اور "نواب امیر خان" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
آپ کے متعلق حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی زید مجدہم مہتمم دارالعلوم دیوبند "مقدمہ تاریخ ہند قدیم" میں پیش لفظ کے تحت لکھتے ہیں:"مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی ایک اچھے اور معتبر مؤرخ ہیں۔
1938ء آپ کی وفات ہوئی۔

کتاب کا تعارف:

آپ کی کتاب "تاریخ الاسلام" تین جلدوں پر مشتمل ہے،کتاب کی اردو سہل ہے۔ مجموعی اعتبار سے کتاب اہمیت کی حامل تھی اگر مشاجرات صحابہ کے مسئلہ میں مصنف جمہور کی راہ سے علیحدگی اختیار نہ کرتے۔
جلدِ اوّل: ابتداء میں ایک مختصر مقدمہ ہے، جس میں علم تاریخ کے مبادیات ذکر کئے ہیں، پھر اہلِ عرب کی قبل از اسلام حالت سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تاریخ نہایت شاندار انداز میں بیان کی ہے۔
جلدِ دوم: خلافت عباسیہ سے سلطنت عثمانیہ کے ابتدائی دور تک کے حالات کو نہایت وضاحت اور تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔

2۔ تاریخ اسلام از معین الدین ندوی

مؤرخ کا تعارف:

مولانا شاہ معین الدین ندوی رحمہ اللہ 1903ء میں برٹش راج (موجودہ ضلع فیض آباد، اتر پردیش، بھارت) میں پیدا ہوئے، مشہور صوفی بزرگ شیخ احمد عبد الحق توشہ رودولوی کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔آپ کی تصنیفات میں سیر الصحابہ (3 جلدیں)، تاریخ اسلام (2 جلدیں)، عرب کی موجودہ حکومتیں، تابعین اور دین رحمت وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
آپ 13 دسمبر 1974ء کو فوت ہوئے۔

کتاب کا تعارف:

آپ کی کتاب تاریخ الاسلام 2 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، آپ کا ادبی اسلوب بڑا پختہ تھا۔ آپ نے الکامل فی التاریخ کی طرح واقعات میں ترتیب زمانی پر اصل مدار رکھا ہے،کتاب کا طرز یہ ہے:
جلدِ اوّل: آغاز اسلام سے لے کر خلافت راشدہ اور عہد بنو امیہ تک اسلام کی مذہبی، سیاسی، تمدنی اور علمی تاریخ پر مشتمل ہے۔
جلدِ دوم: خلافت عبّاسیہ (ابو العباس صفاح سے ابو اسحاق متقی اللہ) تک دو صدیوں کی سیاسی، علمی، اور تمدنی تاریخ پر مشتمل ہے۔

3۔ تاریخ امت مسلمہ

مؤرخ کا تعارف:

مولانا محمد اسماعیل ریحان عصر حاضر کے ایک مشہور اور بلند پایہ مؤرخ ہیں۔

کتاب کا تعارف:

تاریخ امت مسلمہ اردو زبان میں تحریر کی جانے والی ایک ضخیم تاریخ ہے۔ جس میں ہر بات باحوالہ درج کرنے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دفاع کا بالخصوص التزام کیا گیا ہے۔ نیز کتاب میں موقع بموقع اسلاف امت کے متعلق بعض تاریخی روایات سے پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ ان خصوصیات کی بنیاد پہ یہ کتاب اردو کتب تاریخ میں ایک اہم درجہ رکھتی ہے۔ اس کی پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں اور ایک زیر طبع ہیں۔

چھ جلدوں کے موضوعات مختصراً یہ ہیں:

جلد اوّل: ابتداء میں علم تاریخ کے تعارف پہ مختصر مقدمہ ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام مشہور پیغمبروں کے حالات مختصراً درج ہیں۔ پھر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو انتہائی تفصیل سے تحریر کیا گیا ہے۔

جلدِ دوم: شروع میں تاریخی روایات کی جانچ پڑتال کے اصولوں اور صحیح وسقیم کی پہچان کرنے کے قواعد وضوابط پر مبنی ایک رسالہ ہے۔ پھر اس میں مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس جلد میں انتہائی احتیاط کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع اور اھل السنۃ والجماعۃ کے موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔

جلدِ سوم: اموی اور عباسی خلفاء کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

جلدِ چہارم، پنجم وششم: آئندہ تین جلدیں عثمانی، صفوی، ایوبی، فاطمی، موحدین اور مغل حکمرانوں، اندلسی مسلمان حکومت کے آغاز وانجام، عالم اسلام پر انگریزی ومغربی استعمار کی ابتدا وانتہا کی داستان، حالیہ اسلامی ملکوں کے تعارف، غیر مسلم ملکوں میں آباد مسلمانوں کے تذکرے اور ہر دور کے بڑے بڑے مجددین ومصلحین امت کے ذکر خیر پر مشتمل ہیں۔